سورۃ المومنون

آیات ۸۴ - ۱۰۱

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ
السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ
كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ بَلْ
اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ
بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿٩١﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿٩٢﴾ ع
قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا
نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ
مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ
ارْجِعُوْنِ ۙ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ
يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾

مکیة

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن

آیات 118

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾

رسول کی دعوت کے ذریعے انسانی افکار و کردار کی اصلاح، تاکہ ایمان و عملِ صالح کے ذریعے انسان حقیقی فلاح تک پہنچ سکے

صفاتِ مومنین دلائلِ توحید

- آیات 1 تا 11: جنت کے وارث مومنین کی صفات
- آیات 12 تا 16: خلقتِ انسان - اللہ کی قدرت کی نشانیاں - بعث بعد الموت
- آیات 17 تا 22: اللہ کی قدرت کی حیرت انگیز تخلیق، اپنے بندوں پر اس کی کثیر نعمتیں

دعوتِ انبیاء علیہ السلام

- آیات 23 تا 30: قومِ نوحؑ کا قصہ توحید - غایتِ انبیاء
- آیات 31 تا 44: ہودؑ کی بعثت — ہلاکت اقوام میں اللہ کی سنت
- آیات 45 تا 50: قصہ موسیٰ، ہارون اور عیسیٰ علیہم السلام
- آیات 51 تا 52: رسولوں کے لیے ہدایات - وحدت عقائد
- آیات 53 تا 56: رسولوں کے بعد امتوں کا اختلاف

توحید، تقویٰ اور انجامِ آخرت

- آیات 57 تا 61: اہلِ تقویٰ کی نمایاں صفات
- آیات 62 تا 77: کفار کی صفات، ان کے اعمال اور انجام
- آیات 78 تا 80: اللہ کی نعمتیں اور اس کی عبادت کی یاد دہانی
- آیات 81 تا 92: بعث بعد الموت کا انکار اور توحید کے دلائل

انذارِ آخرت اور دعوتِ توحید

- آیات 93 تا 98: نبی کریم ﷺ کے لیے الٰہی ہدایات
- آیات 99 تا 114: موت کے وقت گناہ گاروں کی ندامت اور قیامت کے مناظر
- آیات 115 تا 118: انسانی زندگی کا مقصد اور اللہ کی عظمت و توحید کا بیان

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ - کہہ دیجئے کس کی ہے زمین؟

مَنْ : استفہامیہ (کس / کس کا ہے)

وَمَنْ فِيْهَآ - اور جو (کچھ) اس میں ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - اگر تم جانتے ہو

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ - ضرور وہ کہیں گے اللہ کا ہے

سَ : فعلِ مضارع کو مستقبل (خاص طور پر قریب مستقبل) میں بدل دیتا ہے

قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ - کہہ دیجئے تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے

تَذَكَّرَ يَتَذَكَّرُ ، تَذَكُّرٌ : نصیحت حاصل کرنا (۷)

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ - کہہ دیجئے کون ہے ساتوں آسمانوں کا رب

سَبْع : اسم عدد (سات)

وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ - اور عرش عظیم کا رب

عَرْش : اونچی چھت (چھپّر / تخت)، کوئی اٹھا ہوا ڈھانچہ

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ - ضرور وہ کہیں گے کہ اللہ کا ہے

قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ - آپ کہہ دیجئے تو کیا تم ڈرتے نہیں

(و ق ي)

اِتَّقٰى يَتَّقِيْ ، اِتِّقَآءٌ : ڈرنا (۱۷)

قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝٨٨ سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ ۝٨٩ بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ۝٩٠

قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ - آپ کہہ دیجئے کون ہے جس کے ہاتھ میں ہے

يَد : ہاتھ

مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ - ہر چیز کی بادشاہی

مَلَكُوْت : اقتدار کامل، حکومت، بادشاہی

وَّهُوَ يُجِيۡرُ - اور وہ پناہ دیتا ہے

(ج و ر)

اَجَارَ يُجِيْرُ ، اِجَارَةٌ : پناہ دینا، حفاظت کرنا (IV)

جِوَار : پناہ، ہمسائیگی، حفاظت

مُجِير : پناہ دینے والا

وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ - اور نہیں پناہ دی جا سکتی اس پر (اسکے مقابلے میں)

يُجَارُ : (کسی کو) پناہ دی جاتی ہے (مجہول)

اردو میں : اجارہ، اجارہ داری، جور (وستم)، جار

اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ - اگر تم جانتے ہو

سَيَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰهِ - ضرور وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کیلئے ہے

قُلۡ فَاَنّٰى تُسۡحَرُوۡنَ - کہہ دیجئے پھر کہاں سے تم جادو کیے جاتے ہو

فَاَنّٰى : (فَ ، اَنّٰى)

اَنّٰى : کہاں سے، کیسے، کیوں

سَحَرَ يَسْحَرُ ، سَحْرًا : جادو کرنا

تُسْحَرُوْنَ : مجہول (تم جادو کیے جاتے ہو)

بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِالۡحَقِّ - بلکہ ہم لائے ہیں ان کے پاس حق کو

اَتٰى يَاْتِىْ ، اِتْيَانٌ : آنا - (اگر بِ کے ساتھ آئے تو "لانا"

وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ - اور بیشک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

لَ : لامِ تاکید

كَاذِب : جھوٹا (كَاذِبُوْن اس کی جمع)

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ
لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾

ان سے کہو، بتاؤ، اگر تم جانتے ہو، کہ یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے؟ یہ ضرور کہیں گے، اللہ کا۔ کہو، پھر کیوں نہیں غور کرتے؟ ان سے پوچھو، ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے اللہ۔ کہو، پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ان سے کہو، بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے؟ اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہو، پھر کہاں سے تم کو دھوکا لگتا ہے؟ جو امر حق ہے وہ ہم ان کے سامنے لے آئے ہیں، اور کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں

Ask them: "Whose is the earth and those who are in it? Tell us if you know" They will surely say: "Allah's." Say: "Then why do you not take heed?" Ask them: "Who is the Lord of the seven heavens, the Lord of the Great Throne?" They will surely say: "Allah." Say: "Will you not, then, fear (Allah)?"Ask them: "Say, if you indeed know, to whom belongs the dominion over all things; (Who is it) that grants asylum, but against Whom no asylum is available?") They will surely say: "(The dominion over all things) belongs to Allah." Say: "Whence are you then deluded?"We have brought before them the Truth, and there is no doubt that they are lying.

محمد اقبال

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿84﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿85﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿86﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿87﴾

مشرکین کا فکری تضاد (آیت 84-85)

- یہ آیات مشرکین کے ایک واضح فکری تضاد کو بے نقاب کرتی ہیں۔ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ان سے پوچھیں: زمین اور اس میں موجود سب کچھ کس کا ہے؟ وہ خود اعتراف کریں گے کہ سب اللہ ہی کا ہے۔ پھر سوال اٹھتا ہے کہ جب تم اللہ کو خالق، مالک اور مدبر مانتے ہو تو اس کے تقاضوں - خاص طور پر قیامت اور جوابدہی سے کیوں انکار کرتے ہو؟
- جو ذات اس عظیم کائنات کو پیدا کر کے چلا بھی رہی ہے، اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کیسے ناممکن ہو سکتا ہے؟
- اصل مسئلہ دلیل کا نہیں بلکہ سوچ کا تضاد ہے: ایک طرف ربوبیت کا اقرار، دوسری طرف اس کی کامل قدرت کے نتائج سے انکار۔ اسی لیے قرآن جھنجھوڑتا ہے: "کیا تم غور نہیں کرتے؟" یعنی اپنے مانے ہوئے حق سے نتیجہ بھی نکالو اور اپنی فکر کو درست کرو

قریش کے تضاد فکر کی مزید وضاحت (آیت 86-87)

- یہاں مشرکین کے تضادِ فکر کی مزید وضاحت ہے۔ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ان سے پوچھیں: ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ وہ خود اقرار کریں گے کہ یہ سب اللہ ہی کا ہے۔ جب وہ پوری کائنات کی ربوبیت اور اللہ کی مطلق حاکمیت مانتے ہیں تو پھر شرک کیوں کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے کیوں نہیں ڈرتے؟ جو ذات اس عظیم کائنات اور عرشِ عظیم کی خالق و مالک ہے، اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا یا قیامت برپا کرنا کیسے ناممکن ہو سکتا ہے؟
- اصل مسئلہ دلیل کا نہیں بلکہ تضادِ فکر کا ہے: ایک طرف اللہ کی قدرت کا اعتراف، دوسری طرف اس کے تقاضوں سے انکار۔ اسی لیے قرآن تنبیہ کرتا ہے کہ جب تم یہ سب مانتے ہو تو اس سے ڈرتے کیوں نہیں؟

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

زمامِ اقتدار کس کے ہاتھ میں ہے؟

- یہ آیات انکارِ حق کے ایک اور پہلو- اقتدارِ مطلق کے اعتراف کے باوجود عملی شرک کو نمایاں کرتی ہیں
- یہاں سوال اٹھایا گیا ہے کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور وہ کون ہے جو پناہ دیتا ہے مگر اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ مشرکین اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے یعنی وہ اللہ کی کامل حاکمیت اور اقتدار کا اعتراف کرتے ہیں
- **اعتراف اور عمل میں تضاد:** اس اعتراف کے باوجود وہ دوسروں کو بھی مؤثر سمجھتے ہیں، غیر اللہ کو پکارتے، ان سے ڈرتے اور ان کے نام کی نذریں دیتے ہیں۔ گویا زبان سے توحید، مگر عمل میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں
- **اصل مسئلہ: فکری فریب** ہے۔ دلیل کا نہیں بلکہ سوچ اور رویوں کے تضاد کا ہے۔ انسان حق کو مان کر بھی عملی طور پر اس سے ہٹ جاتا ہے اور یہی انکارِ حق کی سب سے گہری شکل ہے (اسی لیے قرآن ان سے پوچھتا ہے، تمہاری عقل پر کیسا جادو ہو گیا ہے)
- **مشرکین کے طرزِ فکر پر ایک لطیف تعریض:** مشرکین نبی کریم ﷺ کو کبھی جادوگر اور کبھی مسحور کہتے تھے، مگر قرآن ان پر ہی سوال اٹھاتا ہے کہ اصل میں مسحور کون ہے؟ نبی ﷺ کی دعوت میں ابتدا سے کوئی تضاد نہیں، جبکہ مشرکین خود اعترافِ توحید بھی کرتے ہیں اور عملاً اس کے خلاف بھی چلتے ہیں۔ جب وہ تعصب سے ہٹ کر سوچتے ہیں تو اللہ کی قدرت مان لیتے ہیں، مگر جاہلی عصبیت آتے ہی ان کی سوچ بدل جاتی ہے۔ گویا وہ خود ایسے ہیں جیسے کسی سحر کے اثر میں ہوں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان کا فکر اور عمل آپس میں ہم آہنگ نہیں، اسی تضاد کو قرآن بے نقاب کرتا ہے۔

آیات 84-89

اقرارِ حق اور عمل کا تضاد

ان آیات میں سوال وجواب کے انداز میں مشرکین کا یہ اقرار بتایا گیا ہے کہ زمین، آسمانوں اور پوری کائنات کا مالک وحاکم صرف اللہ ہے۔ پھر اسی اقرار کی بنیاد پر ان کے فکری تضاد کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ جب سب کچھ اللہ کا ہے تو پھر اس کے تقاضوں - خاص طور پر توحید، تقویٰ اور آخرت سے کیوں انکار کرتے ہو؟ آخر میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ حق آ چکا ہے، مگر وہ جان بوجھ کر اس کو جھٹلا رہے ہیں

عملی زندگی میں اطلاق

یہ آیات ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینے کی دعوت دیتی ہیں کہ کہیں ہم بھی زبان سے حق مان کر عمل میں اس کے خلاف تو نہیں جا رہے۔ ہم اللہ کو خالق ومالک تو مانتے ہیں، مگر فیصلوں میں کبھی اپنی خواہش، کبھی معاشرہ اور کبھی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل دراصل وہی تضاد ہے جس کی قرآن نشاندہی کرتا ہے۔ ان آیات کا پیغام یہ ہے کہ ایمان صرف اقرار کا نام نہیں بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا ہے۔ ہمیں اپنے خوف، امید، عبادت اور فیصلوں کو خالصتاً اللہ کے تابع کرنا چاہیے۔ جب یہ ہم آہنگی پیدا ہو جائے تو انسان فکری الجھن سے نکل کر سیدھے راستے پر آ جاتا ہے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ - نہیں بنائی اللہ نے کوئی اولاد

اِتَّخَذَ يَتَّخِذُ ، اِتِّخَاذٌ : بنانا (VIII)

وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ - اور نہ ہے اس کے ساتھ کوئی (اور) معبود

اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ - اس وقت ضرور لے جاتا ہر معبود

لَ : لامِ تاکید

ذَهَبَ يَذْهَبُ ، ذَهَابًا : لے جانا

بِمَا خَلَقَ - (اس) کو جو اس نے پیدا کیا

وَ لَعَلَا - اور ضرور چڑھائی کرتا

عَلَا يَعْلُوْ ، عُلُوًّا : غالب آنا، چڑھائی کرنا

اردو میں: علو، اعلٰی، عالی، تعالٰی، تعلّی

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ - ان کا بعض، بعض پر

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ - پاک ہے اللہ (اس) سے جو وہ بیان کرتے ہیں

وَصَفَ يَصِفُ ، وَصْفٌ : بیان کرنا

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ - جاننے والا ہے غیب اور حاضر کو

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ - پس وہ بہت بلند ہے (اس) سے جو وہ شریک بناتے ہیں

تَعَالٰى يَتَعَالٰى ، تَعَالِيٌ

بہت بلند ہونا (III)

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ
لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾

جو امر حق ہے وہ ہم ان کے سامنے لے آئے ہیں، اور کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے، اور کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا، اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں کھلے اور چھپے کا جاننے والا، وہ بالاتر ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں

We have brought before them the Truth, and there is no doubt that they are lying.

Never did Allah take unto Himself any son, nor is there any god other than He. (Had there been any other gods) each god would have taken his creatures away with him, and each would have rushed to overpower the other. Glory be to Allah from all that they characterize Him with!

He knows both what is visible and what is not visible. Exalted is Allah above all that they associate with Him.

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝۹۰ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۝۹۱

توحید کا اقرار اور شرک کا تضاد: قرآن کی فیصلہ کن تنبیہ

- سابقہ آیات میں مشرکین کا اقرار کہ زمین، آسمان، عرش اور پوری کائنات پر اللہ ہی کا کامل اختیار ہے اور حقیقی پناہ دینے والا بھی وہی ہے۔ مگر اس واضح اقرار کے باوجود وہ دوسروں کو اس کے اختیارات میں شریک ٹھہراتے ہیں ۔ یہی ان کے فکر و عمل کا تضاد ہے، جسے قرآن ان کی بے عقلی اور فکری گمراہی قرار دیتا ہے
- یہاں اس بحث کو سمیٹتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کی ذات بھی یکتا ہے اور اس کی صفات اور حقوق میں بھی کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ تمہارے مشرکانہ توہمات اور تصرفات، سراسر جھوٹ پر مبنی ہیں۔ عقیدے اور عمل یا دل اور زبان میں تضاد کو جھوٹ کہا جاتا ہے اور تم اپنی اعتقادی اور عملی زندگی میں اس جھوٹ کا پیکر بن کر رہ گئے ہو
- یہاں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ رسول ﷺ تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں، اس لیے تمہیں اپنے باطل خیالات چھوڑ کر اس حق کو قبول کر لینا چاہیے۔ خاص طور پر اس غلط عقیدے کی تردید کی گئی ہے کہ اللہ کی کوئی اولاد ہے- یہ تصور صرف نصاریٰ تک محدود نہیں بلکہ ہر اس گروہ پر تنقید ہے جس نے کسی کو اللہ کی طرف منسوب کیا، جیسے مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے
- ان تمام لوگوں کے عقائد کی یہاں تردید ہو گئی ہے جو خدا سے اپنے معبودوں یا پیشواؤں کا نسب ملاتے ہیں، خواہ وہ عیسائی ہوں یا مشرکین عرب یا کوئی اور۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ‌ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۙ‏ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۹۲﴾

توحید کی عقلی دلیل اور اللہ کی کامل قدرت

- **وحدانیت کی عقلی دلیل**: قرآن واضح کرتا ہے کہ پوری کائنات ایک منظم اور ہم آہنگ نظام کے تحت چل رہی ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ خالق صرف ایک ہے۔ اگر متعدد معبود ہوتے تو ہر ایک اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ان کے درمیان لازماً اختلاف اور تصادم پیدا ہوتا
- جس طرح دو بادشاہ ایک ہی اقتدار میں جمع نہیں رہ سکتے، اسی طرح کئی خداؤں کا تصور کائنات کے نظام کو درہم برہم کر دیتا۔ لہٰذا کائنات کا موجودہ نظم خود توحید کی ایک مضبوط عقلی دلیل ہے۔
- **اللہ کی کامل علم وقدرت**: بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ ایک خدا اتنی وسیع کائنات کو کیسے سنبھال سکتا ہے؟
- قرآن اس کا جواب دیتا ہے کہ اللہ غیب اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس کی قدرت، حکمت اور حاکمیت اتنی کامل ہے کہ اسے کسی شریک کی ضرورت نہیں
- متعدد خداؤں کا تصور دراصل انسانی تخیلات اور قدیم خرافات Mythologies (جیسے مختلف قوموں کے دیوتاؤں کی لڑائیاں) کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی تقسیم اور ٹکراؤ کائنات کے نظام کو تباہ کر دیتا، جو ہم دیکھتے نہیں (بلکہ اس کے برعکس کائنات میں ایک حیرت انگیز نظم، ہم آہنگی (coherence) اور ایک ہی خالق و منتظم کی بے مثال حکمت و تدبیر نمایاں نظر آتی ہے۔)۔ اس لیے اللہ کی وحدانیت نہ صرف وحی بلکہ عقل اور مشاہدے سے بھی ثابت ہے۔

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّىْ مَا يُوْعَدُوْنَۙ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِىْ فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ

قُلْ رَّبِّ - کہہ دیجئے اے میرے رب

اِمَّا تُرِيَنِّىْ - اگر واقعی تو دکھائے مجھے

اِمَّا = إِنْ + مَا : إِنْ شرطیہ (اگر) ، مَا زائدہ (تاکید کے لیے/emphasis)

اَرٰى يُرِىْ ، اِرَآءَةٌ : دکھانا (IV)

مَا يُوْعَدُوْنَ - (وہ عذاب) جس کا وہ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

وَعَدَ يَعِدُ ، وَعْدًا : وعدہ دینا

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِىْ - اے میرے رب تو نہ شامل کرنا مجھے

جَعَلَ يَجْعَلُ ، جَعْلًا : ڈالنا، رکھنا، بنانا، شامل کرنا

فِى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ - ظالم قوم میں

وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ - اور بیشک ہم (اس) پر کہ ہم دکھائیں آپکو (وہ عذاب)

اَرٰى يُرِىْ ، اِرَآءَةٌ : دکھانا (IV)

مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ - جسکا ہم وعدہ کرتے ہیں ان سے ، ضرور قادر ہیں

وَعَدَ يَعِدُ ، وَعْدًا : وعدہ کرنا

اِدْفَعْ بِالَّتِىْ - ہٹایئے اس (طریقے) سے جو (کہ)

دَفَعَ يَدْفَعُ ، دَفْعًا : دفع کرنا، ہٹانا، دور کرنا

هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَۃَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ ہَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿ۙ۹۷﴾ وَ اَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾

هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَۃَ - وہ بہت اچھا ہو، برائی کو

اَحْسَن : حُسْنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ

اَلسَّیِّئَة : برائی

نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ - ہم خوب جاننے والے ہیں (اس) کو جو وہ بیان کرتے ہیں

وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِکَ - اور کہہ دیجئے اے میرے رب میں تیری پناہ میں آتا ہوں

عَاذَ یَعُوْذُ ، عَوْذًا پناہ مانگنا

مِنۡ ہَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ - شیاطین کے وسوسوں سے

(ھ م ز)

اس میں چبھونا، کچوکا لگانا، طعنہ دینا، عیب جوئی کرنا کے معنی

هَمْزَةٌ : ایک طعنہ / چبھتی ہوئی بات

هَمَزَات : طعنے / عیب جوئیاں (جمع)

هَمَزَات : شیطان یا انسان کی طرف سے وہ باریک، چبھنے والی ترغیبات یا حملے جو دل میں وسوسہ ڈالیں، انسان کو برائی کی طرف دھکیلیں

اردو میں : ہمزہ (جھٹکے سے پڑھا جانے والا حرف)، مہمیز

وَ اَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ - اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اے میرے رب

اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ - (اس سے) کہ وہ حاضر ہوں میرے پاس

حَضَرَ یَحْضُرُ ، حُضُوْرًا : حاضر ہونا

یَحْضُرُوْنِ اصل میں یَحْضُرُوْنِی تھا، یْ ضمیر واحد متکلم گر گیا

اردو میں : حاضر، حاضری، محضر (حاضر ہونے کی جگہ)، حضور، حضر

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾

آپ دعا کیجیے کہ اے میرے رب ! اگر تو دکھادے مجھے وہ (عذاب) جس کا اس نے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ اگر میری موجودگی میں تو لائے، تو اے مرے رب، مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو اور حقیقت یہ ہے کہ ہم تمہاری آنکھوں کے سامنے ہی وہ چیز لے آنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں جس کی دھمکی ہم انھیں دے رہے ہیں۔ (اے پیغمبر ﷺ) برائی کو اس طریقہ سے دفع کریں جو بہترین ہو، ہم خوب جانتے ہیں جو یہ باتیں بناتے ہیں۔ اور دعا کریں کہ "پروردگار، میں شیاطین کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے رب، میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں"

Pray, (O Muhammad): "My Lord, if You should bring the scourge of which they had been warned in my presence, then do not include me, my Lord, among these wrong-doing people."
Surely We are able to show you what We warn them against. (O Muhammad)! Repel evil in the best manner. We are well aware of all that they say about you. And pray: "My Lord! I seek Your refuge from the suggestions of the evil ones; I even seek Your refuge, my Lord, lest they should approach me."

محمد اقبال

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾

دعوتِ حق میں توازن

- خدا کا داعی جب حق کی دعوت دیتا ہے تو اسے مخالفت، الزام اور ایذا کا سامنا ہوتا ہے، جس پر دل میں بدلہ لینے کا جذبہ بھی ابھر سکتا ہے۔ مگر یہ ردِّ عمل دراصل شیطانی وسوسہ ہے جو انسان کو اصل راستے سے ہٹاتا ہے۔ ایسے موقع پر مومن کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انتقام کے بجائے صبر اور اللہ کی پناہ اختیار کرے اور برائی کا جواب بھلائی سے دے، یہی حقیقی کامیابی اور دعوت کا مؤثر راستہ ہے
- یہاں نبی کریم ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ برائی کا جواب بدلے سے نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق سے دیں، مخالفین کے جھوٹ، طعن اور ایذا کے باوجود صبر، حلم اور حکمت اختیار کریں، مقصد بدلہ لینا نہیں بلکہ دل جیتنا اور حق کو غالب کرنا ہے
- اللہ کی توفیق کے لیے دعا کی تلقین کی گئی ہے آپ ﷺ کو۔ اور یہ حقیقت واضح کی گئی کہ جب کوئی شخص حق کی دعوت دیتا ہے تو شیطانی قوتیں، خواہ وہ وسوسوں کی صورت میں (شیاطینِ جن) ہوں یا انسانی مخالفت کی صورت میں (شیاطینِ انس) کے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتی ہیں۔
- اس کے لیے یہ تعلیم دی گئی کہ داعی محض اخلاقی مضبوطی پر اکتفانہ کرے بلکہ اللہ کی پناہ طلب کرے: "اے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی کہ وہ میرے پاس آئیں۔" یہ دعا اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ دل کو شیطانی اثرات سے بچانے اور عملی میدان میں مخالفین کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ کی نصرت اور حفاظت ناگزیر ہے۔
- در حقیقت، دعوت کا راستہ صرف صبر اور استقامت سے نہیں بلکہ اللہ سے مضبوط تعلق سے طے ہوتا ہے۔ جو دل اللہ کی یاد سے بھرے ہوں، ان پر وسوسے اثر انداز نہیں ہوتے، اور جب انسان اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے تو شیطانی قوتیں - چاہے وہ باطنی ہوں یا ظاہری - اپنے مقاصد میں ناکام رہتی ہیں۔ یہی وہ توازن ہے جو ان آیات میں سکھایا گیا ہے

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾

بدی کا جواب بھلائی سے دینا: اعلیٰ اخلاق کی تعلیم

- خدا کا داعی جب حق کی دعوت دیتا ہے تو اسے مخالفت، الزام اور ایذا کا سامنا ہوتا ہے، جس پر دل میں بدلہ لینے کا جذبہ بھی ابھر سکتا ہے۔ مگر یہ ردِّ عمل دراصل شیطانی وسوسہ ہے جو انسان کو اصل راستے سے ہٹاتا ہے۔ ایسے موقع پر مومن کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انتقام کے بجائے صبر اور اللہ کی پناہ اختیار کرے اور برائی کا جواب بھلائی سے دے، یہی حقیقی کامیابی اور دعوت کا مؤثر راستہ ہے
- یہاں نبی کریم ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ برائی کا جواب بدلے سے نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق سے دیں، مخالفین کے جھوٹ، طعن اور ایذا کے باوجود صبر، حلم اور حکمت اختیار کریں، شیطانی وسوسوں سے بچ کر اللہ کی پناہ میں رہیں مقصد بدلہ لینا نہیں بلکہ دل جیتنا اور حق کو غالب کرنا ہے

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِۙ۝٩٩ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۝١٠٠

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ - یہاں تک کہ جب آئے گی

اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ - ان میں سے کسی ایک کے پاس موت

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ - (تو) وہ کہے گا اے میرے رب مجھے واپس لوٹا دے۔

رَجَعَ يَرْجِعُ ، رُجُوْعٌ : رجوع کرنا

لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا - تاکہ میں عمل کروں نیک

لَعَلِّیْ: (لَعَلِّ + یْ)

لَعَلَّ: شاید، تاکہ (غالب امکان کے لیے آتا ہے)

فِیْمَا تَرَكْتُ - اس (دنیا) میں جسے میں چھوڑ آیا ہوں

تَرَكَ يَتْرُكُ ، تَرْكًا : چھوڑنا، ترک کرنا

كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ - ہرگز نہیں، بیشک وہ تو ایک بات ہے

كَلَّا : ہرگز نہیں (حرف ردع – particle retraction)

یہ سابق کلام / بات کو رد کرنے اور تنبیہ کے لیے آتا ہے

هُوَ قَآئِلُهَا - کہ وہ کہنے والا ہے اس کا

قَآئِلُ : کہنے والا (اسم فاعل - قَوْلًا سے)

وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ - اور ان کے پیچھے ایک پردہ ہے

وَرَآءِ : آگے ہونا، پیچھے ہونا۔ یہ فاصلے اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے

بَرْزَخٌ : (ب ر ز خ) : دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ، حائل، یا حدِ فاصل (Barrier / Partition)

وَ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾

اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ - (اس) دن تک (جب) وہ سب اٹھائے جائیں گے

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ - پھر جب پھونکا جائے گا صور

نَفَخَ یَنْفُخُ ، نَفْخٌ : منہ سے پھونک مارنا، پھونکنا

اَلصُّوْر : صور، نرسنگا/ بگل (Trumpet)، وہ آلہ جس میں پھونکا جائے گا

فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ - تو نہ کوئی رشتے ہوں گے ان کے درمیان

اَنْسَاب : نَسَبٌ کی جمع (تعلق/ نسبی رشتہ / lineage)

خاندانی یا نسلی تعلق، قرابتدار- ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے قرابت میں اشتراک

یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ - اس دن اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے

یَوْمَئِذٍ (یَوْمَ + اِذٍ) : اُس/جس دن

(س أ ل) تَسَآءَلَ یَتَسَآءَلُ ، تَسَآ ءُلٌ : ایک دوسرے سے پوچھنا (۷۱)

اردو میں : سوال، سائل، مسئول، مسئلہ، مسائل

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِۙ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ
مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾

(یہ لوگ اپنی کرنی سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہنا شروع کرے گا کہ "اے میرے رب، مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دیجیے۔ جسے میں چھوڑ آیا ہوں، امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا" ہرگز نہیں، یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے اس دن تک جس دن اٹھائے جائیں گے
پھر جونہی کہ صور پھونک دیا گیا، ان کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے

(They shall persist in their deeds) until when death comes to anyone of them he will say: "My Lord, send me back to the world that I have left behind. I am likely to do good." Nay, it is merely a word that he is uttering. There is a barrier behind all of them (who are dead) until the Day when they will be raised up.
And then no sooner the Trumpet is blown than there will remain no kinship among them that Day, nor will they ask one another.

محمد اقبال

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِۙ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴿۱۰۰﴾

موت کے وقت ندامت اور برزخ کی حقیقت

- **موت کے وقت بیداری اور ندامت**: جب انسان پر موت آتی ہے تو حقیقت اس پر واضح ہو جاتی ہے۔ اس وقت کافر (اور غافل لوگ) شدتِ خوف میں کہتے ہیں "اے رب! مجھے واپس بھیج دے"، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ دنیا میں جا کر نیک عمل کریں لیکن یہ صرف ندامت کا اظہار ہوتا ہے، حقیقی تبدیلی کا موقع ختم ہو چکا ہوتا ہے
- **واپسی کی درخواست کا انکار**: اللہ تعالیٰ واضح فرماتے ہیں: "كَلَّا" (ہر گز نہیں) دنیا دار الامتحان ہے، وہاں واپسی ممکن نہیں۔ اگر مشاہدہ کے بعد واپس آنے کا موقع مل جائے تو امتحان کا مقصد ختم ہو جائے اس لیے موت کے بعد توبہ یا اصلاح کا دروازہ بند ہو جاتا ہے (قرآن کے بعض مقامات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس واپسی کی درخواست کا معاملہ محض کفار تک محدود نہیں بلکہ اس میں بلکہ وہ نام نہاد مسلمان بھی شامل ہیں جنھوں نے زندگی بھر اسلامی احکام کی کبھی پروانہ کی۔ نام کے مسلمان بنے رہے لیکن فسق و فجور ان کی زندگیوں میں غالب رہا۔ انھیں بھول کر بھی کبھی آخرت کا خیال نہ آیا۔ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ)
- **برزخ: درمیانی مرحلہ**: موت کے بعد ایک برزخ (پردہ/رکاوٹ) حائل ہو جاتی ہے یہ دنیا اور قیامت کے درمیان کا مرحلہ ہے اس میں انسان قیامت تک انتظار کرتا ہے۔ احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے مرحلے سے گزرتے ہی عالم غیب کی ہر حقیقت مرنے والے پر واشگاف ہو جاتی ہے۔ مومن ایمان کے مقامات کو دیکھتا ہے اور کافر اپنے بدترین انجام کو
- **عملی پیغام**: اصل موقع صرف دنیا کی زندگی ہے، موت کے بعد ندامت بے فائدہ ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ آخرت سے پہلے اپنی اصلاح کرے، یہی آیات انسان کو غفلت سے نکال کر حقیقت کا سامنا کرنے کی دعوت دیتی ہیں

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾

قیامت کا دن - نسب اور سہاروں کی بے حقیقتی (کا دن)

- **موت سے قیامت تک کا تسلسل**: انسان کو موت کے وقت ہی اپنے انجام کی جھلک دکھادی جاتی ہے، جس سے وہ گھبرا کر واپسی کی درخواست کرتا ہے۔اس کے بعد وہ عالمِ برزخ میں داخل ہو جاتا ہے، جہاں قیامت تک انتظار کرنا ہوتا ہے۔یہ مرحلہ ایک ایسے قیدی کی مانند ہے جو بڑے عذاب کے انتظار میں محدود حالت میں رکھا گیا ہو۔
- **قیامت کا منظر اور نفسا نفسی**: جب صور پھونکا جائے گا تو سب انسان قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ہر طرف خوف، ہول اور بے بسی کی کیفیت ہو گی، ہر شخص اپنی فکر میں مبتلا ہوگا۔اس دن کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکے گا، حتیٰ کہ قریبی ترین رشتے بھی بے معنی ہو جائیں گے۔
- **نسب اور سہاروں کی بے وقعتی**: دنیا میں جن چیزوں پر کفار کو فخر تھا - قبائل، خاندان اور باہمی اتحاد - وہ سب ختم ہو جائیں گے۔قرآن کے نزدیک "نہ نسب کام آئے گا اور نہ کوئی ایک دوسرے سے پوچھے گا" انسان اپنے عزیزوں سے بھی بھاگے گا اور اگر ممکن ہو تو انہیں فدیہ دے کر خود کو بچانا چاہے گا (يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ (11) وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ (12) وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ (13) وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ (14) — المعارج ، يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ (34) وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ (35) وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (36) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (37) - عبس
- **عملی پیغام**: دنیا کے رشتے، طاقت اور سہارے عارضی ہیں۔اصل کامیابی صرف ایمان اور عمل سے وابستہ ہے۔قیامت کے دن ہر انسان کو انفرادی جوابدہی کا سامنا ہوگا

اضافی مواد

Reference Material

بدی کے مقابلے میں احسان - قرآنی طرزِ عمل

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَۃُ

برائی کو اس طریقے سے دفع کرو جو سب سے بہتر ہو - سورۃ المؤمنون: 96

- قرآن مجید انسان کو صرف عبادات نہیں سکھاتا بلکہ اخلاقی بلندی، ضبطِ نفس، معاشرتی حکمت اور دعوتی بصیرت بھی عطا کرتا ہے۔
- یہ آیت ایک عظیم اخلاقی، دعوتی اور معاشرتی اصول بیان کرتی ہے۔
- اس کا مطلب یہ نہیں کہ ظلم، باطل یا فساد کو خاموشی سے قبول کر لیا جائے۔
- اصل مقصود یہ ہے کہ برائی کے مقابلے میں انسان غصے، انتقام اور نفس پرستی کا اسیر نہ بنے۔
- مومن کا ردِ عمل اصولی ہوتا ہے، جذباتی نہیں۔
- بدی کو بدی سے جواب دینا عام انسانی ردِ عمل ہے، مگر بدی کو احسن طریقے سے دفع کرنا ایمانی کردار ہے

اسلام مومن کو ردِ عمل کی سطح سے اٹھا کر کردار، حکمت اور احسان کی بلندی تک لے جاتا ہے۔

بدی کے مقابلے میں احسان - قرآنی طرزِ عمل

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔

نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتیں۔ بدی کو اس طریقے سے دفع کرو جو سب سے بہتر ہو۔ سورة فصلت : 34

- قرآن واضح کرتا ہے کہ نیکی اور بدی اپنی حقیقت، اثرات اور نتائج میں برابر نہیں ہو سکتیں۔
- بدی کا جواب بدی سے دینے سے دشمنی بڑھتی ہے، دل سخت ہوتے ہیں اور معاشرہ انتقام کے چکر میں پھنس جاتا ہے۔
- اس کے برعکس حلم، درگزر، سچائی، وقار اور خیر خواہی دشمنی کو کم کر سکتے ہیں۔
- قرآن فرماتا ہے کہ ایسا رویہ دشمن کو بھی گہرے دوست میں بدل سکتا ہے۔
- یہ کوئی سطحی نرمی نہیں بلکہ دلوں کو بدلنے والی دعوتی حکمت ہے۔
- دعوتِ دین میں درست بات کے ساتھ درست انداز بھی ضروری ہے؛ سخت لہجہ کبھی حق کو بھی بے اثر کر دیتا ہے۔

حق صرف دلیل سے نہیں بلکہ کردار، لہجے، حکمت اور اخلاق سے دلوں تک پہنچتا ہے۔

بدی کے مقابلے میں احسان - کیسے ؟

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ

یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور انہی کو ملتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔ سورۃ فصلت: 35

- بدی کے مقابلے میں بہترین رویہ اختیار کرنا آسان نہیں، یہ صبر، ایمان اور نفس کی تربیت چاہتا ہے (یہ مقام صبر اور ضبطِ نفس سے ملتا ہے)
- جو شخص ہر سخت بات کا جواب سختی سے دیتا ہے، وہ دراصل اپنے غصے کا قیدی ہے۔
- اصل طاقت یہ ہے کہ انسان بدلہ لینے کی قدرت رکھتے ہوئے بھی عدل، حکمت اور احسان کا راستہ اختیار کرے۔
- قرآن اہلِ ایمان کی صفت بیان کرتا ہے: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ -آل عمران: 134، "وہ غصہ پی جاتے ہیں، لوگوں کو معاف کرتے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"
- اس آیت میں تین درجے ہیں: غصہ پی جانا، معاف کرنا، اور پھر احسان کرنا۔
- یہی "بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

احسن اخلاق کوئی کمزوری نہیں، بلکہ نفس پر حکمرانی اور ایمان کی پختگی کی علامت ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ - اس اصول کی بہترین عملی تفسیر

- رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اس قرآنی اصول کی عملی تصویر ہے۔
- مکہ میں آپ ﷺ کو جھٹلایا گیا، ایذا دی گئی، صحابہؓ پر ظلم ہوا، معاشی و سماجی بائیکاٹ کیا گیا، مگر آپ ﷺ نے صبر، دعا اور حکمت کا راستہ نہ چھوڑا۔
- طائف میں جب آپ ﷺ کو پتھر مار کر لہولہان کیا گیا، تو آپ ﷺ نے بددعا کے بجائے ہدایت کی امید ظاہر فرمائی۔
- فتح مکہ کے موقع پر بدلہ لینے کا پورا اختیار تھا، مگر آپ ﷺ نے فرمایا: "آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو"
- عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ (متفق علیہ) " طاقتور وہ نہیں جو کشتی میں دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔"
- دوسری حدیث میں ہے: "جو تم سے قطع تعلق کرے، تم اس سے تعلق جوڑو؛ جو تمہیں محروم کرے، تم اسے عطا کرو؛ اور جو تم پر ظلم کرے، تم اسے معاف کرو۔"(مسند احمد-17452) صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ ۔

رسول اللہ ﷺ نے دلیل سے بھی دل جیتے، مگر اس سے بڑھ کر عفو، رحمت، عدل اور کردار سے جیتے۔

بدی کے مقابلے میں احسان -ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہ اصول ظلم برداشت کرنے کا نام نہیں

- "بدی کو احسن طریقے سے دفع کرنا" کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم کو کھلی چھوٹ دے دی جائے۔
- اسلام عدل، قصاص، دفاع، حدود اور فساد کے روکنے کی بھی تعلیم دیتا ہے۔
- فرق یہ ہے کہ مومن کا ردِ عمل انتقامی، وحشیانہ، غیر منصفانہ یا نفس پرستانہ نہیں ہوتا۔
- جہاں معافی سے اصلاح ہو، وہاں معافی افضل ہے۔
- جہاں عدل ضروری ہو، وہاں عدل لازم ہے۔
- جہاں فساد روکنا ہو، وہاں حکمت کے ساتھ روکنا دینی تقاضا ہے

آج کی زندگی میں اطلاق

- گھریلو زندگی میں گھر والوں کے ساتھ سخت بات کا جواب سختی سے دینا آسان ہے، نرمی سے معاملہ سنبھالنا، آیت میں بیان کردہ "احسن" کے درجے میں ہے
- رشتہ داروں کی زیادتی پر تعلق توڑ دینا آسان ہے، وقار کے ساتھ صلہ رحمی اس قرآنی اصول کے مصداق ہے
- اختلافِ رائے میں دوسروں کو نیچا دکھانا آسان ہے، دلیل، تہذیب اور خیر خواہی اور صلۂ رحمی اس قرآنی اصول کے مطابق ہے
- دعوتِ دین میں مخالف کو زیر کرنا یا شرمندہ کرنا آسان ہے، اس کے دل تک پہنچنا "احسن" کا درجہ ہے

"ادفع بالتی ھی احسن" کا عظیم اصول

- اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ صرف ایک اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ زندگی کے تلخ مواقع کو سنبھالنے کا ایک نہایت عظیم عملی قرآنی اصول ہے
- روزمرہ زندگی میں غصہ، بدتمیزی، رشتہ داروں کی بے رخی، ماتحتوں کی غلطی یا پڑوسیوں کی تکلیف جیسے حالات انسان کو فوراً جوابی ردِ عمل، انتقام یا سختی کی طرف دھکیلتے ہیں اور یہ شیطانی اکساہٹوں میں سے ہیں؛ لیکن قرآن ہمیں سکھاتا ہے کہ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ اس سے بہتر رویے سے دفع کیا جائے
- اس اصول پر عمل کرنے سے جھگڑے بڑھنے کے بجائے کم ہوتے ہیں، دلوں کی سختی نرم ہوتی ہے، غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں اور تعلقات ٹوٹنے کے بجائے سنورنے لگتے ہیں
- یہ طریقہ کمزوری نہیں بلکہ نفس پر قابو، حکمت، وقار اور بلند اخلاقی اقدار کی علامت ہے۔ اگر انسان ہر اشتعال انگیز موقع پر چند لمحے ٹھہر کر احسن ردِ عمل اختیار کرے تو گھر، دفتر، خاندان، محلہ اور معاشرہ سب میں سکون، اعتماد اور خیر خواہی کا ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔ یہی قرآنی اخلاق ہے جو دشمنی کو دوستی، تلخی کو نرمی اور کشیدگی کو اصلاح میں بدل دیتا ہے۔ اسی کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ، اور اے نبیؐ، نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں آپ بدی کو اُس نیکی سے دفع کریں جو بہترین ہو آپ دیکھیں گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے[41:34]

عملی زندگی میں "ادفع بالتی ھی احسن" کی مثالیں

- کسی نے ہمیں غصہ دلایا یا برا بھلا کہا
  - بُرا ردِ عمل: ہم بھی اسے برا بھلا کہیں یا جواباً چیخیں
  - احسن طریقہ: مسکرا کر بات کریں، مخالف فریق کے نقطہ نظر کی تفہیم کا اعتراف کریں (میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں)، یا پھر وہاں سے اچھے انداز میں رخصت ہو جائیں
- دفتر میں یا باہر کسی نے ہم سے بد تمیزی کی
  - بُرا ردِ عمل: بد تمیزی کا جواب بد تمیزی سے دینا، یا انتقام کا سوچنا
  - احسن طریقہ: پر سکون رہیں، کوئی منفی ردِ عمل نہ دیں (جو کی شیطان کی اکساہٹ ہے)، ٹھنڈے دل سے سوچیں: کیا بات ہے؟ کوئی مسئلہ ہے تو تحمل سے سنیں اور اس پر غور کریں یا بعد میں علیحدہ ماحول میں انفرادی طور پر نرمی سے سمجھائیں
- کسی رشتہ دار نے ہماری حمایت نہیں کی یا ہمیں ٹھیس پہنچائی
  - بُرا ردِ عمل: ہم اس سے ناتا توڑ لیں، غصے میں آ کر سخت جلی کٹی سنائیں
  - احسن طریقہ: وقتی طور پر کچھ دن خاموش رہیں، پھر کسی موقع پر تحفہ لے جائیں، گھر جا کر ملاقات کر لیں / بیمار ہوئے تو عیادت کر لیں (رشتے میں وہ تلخی دور ہو جائے کی اور قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق دشمنی دوستی میں بدل جائیگی)

عملی زندگی میں "ادفع بالتی ھی احسن" کی مثالیں

- ہمارے کسی ماتحت، ملازم یا چھوٹے نے غلطی کی
  - بُرا ردِ عمل: ہم اس کی ملامت کریں، اسے سرعام شرمندہ کریں، اس پر چیخیں
  - احسن طریقہ: اسے علیحدہ بلا کر اس سے کہیں کہ یہ غلطی ہو گئی، کوئی بات نہیں۔ آیئے مل کر حل نکالتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہ ہو (نیتجتاً ہمارا ماتحت/ملازم اس حسن سلوک پر ہمیشہ وفاداری سے کام کرے گا اور دوبارہ غلطی نہیں کرے گا)
- پڑوسی نے ہمیں تکلیف پہنچائی (شور سے، غلط کار پارکنگ سے، گندگی پھیلانے وغیرہ سے)
  - بُرا ردِ عمل: جواباً ہم بھی اسے تنگ کریں، اس پر چلائیں، رہائشی انتظامیہ کو اس کی شکایت کریں/پولیس بلا لیں
  - احسن طریقہ: سخت بحث مباحثہ کی نوبت نہ آنے دیں، معاملے کو ذرا ٹھنڈا کریں اور بعد میں تحفہ لے جائیں، نہایت نرمی اور خوش خلقی سے معاملے کی طرف توجہ دلا دیں اور بطور پڑوسی کے اپنی خیر کواہی کا اظہار کریں (اس کا اغلب نتیجہ یہی نکلے کا کہ پڑوسی شرمندہ ہو کر معافی مانگے گا اور بعد میں خیال رکھے گا)